

سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہم

شہید غیرت
مظلوم اکبر بلا
ریحانۃ النبی

یَسِّرْ عَلَیَّ اِسْمَ مُحَمَّدٍ وَ عَلَیَّ

جماعت صحابہؓ..... دانائے سبل، فخر الرسل، مولائے کل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پروردہ جماعت ہے کہ جن کا حکم، حکم الہی، کلام الہی اور عمل منتہائے ربی ہے۔ مولائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین لاکھ سے متجاوز قدسی صفت صحابہؓ کی جماعت گراں مایہ میں فکر و نظر اور شعور و احساس کا وہ نور منتقل کیا کہ جو قیامت تک امت رسول ﷺ کے لیے ہدایت اور حریت کے راستوں کو اجالتارہے گا۔

نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول، نور نظر علی المرتضیٰ، سیدنا حسین سلام اللہ و رضوانہ علیہ بھی اسی جماعت صحابہؓ کے فرد فرید اور لؤلؤئے لالہ ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات میں اسوۂ رسالت کا یہی نورانی عکس نمایاں تر ہے۔ آپ کا اسوہ مقام صحابیت کی عملی تفسیر ہے۔ اور اس سے اس ارشاد نبوی کی صداقت پر ایمان قوی ہو جاتا ہے کہ جماعت صحابہ کا ہر فرد قیامت تک امت رسول کے لیے ذریعہ ہدایت ہے۔ وہ سب آسمان نبوت کے روشن ستارے ہیں۔ وہ سب مومنین کا ملین ہیں۔ صحابہ کے ایمان کی گواہی خود اللہ نے کلام اللہ میں دی۔ منافقت اور ایمان کی راہیں متضاد اور جدا جدا ہیں۔ بعض لوگ منافقت کا روپ دھار کر صحابہ کی جماعت میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی منافقت واضح کر دی۔ حضور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین کا نام لے لے کر انہیں اپنی جماعت سے باہر نکال دیا تھا۔ اس فیصلہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صحابی رسول کے ایمان میں شک کا اظہار بجائے خود منافقت ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ.....! صالح، زاہد، عابد، باکمال، مکتسر المزاج، متواضع، شب زندہ دار، تہجد میں اللہ سے گفتگو کرنے والے، اپنے رب کے حضور عجز کا اظہار کر کے طویل سجدے کرنے والے اور قیام طویل میں ایک یا دو پارے نہیں سورۃ بقرہ ایک رکعت میں پڑھنے والے تھے۔ جنہوں نے بچپن میں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پیار کی بہاروں کو لوٹا ہے۔ آپ کی گود میں کھیلے ہیں اور وہ ریحانۃ النبی ہیں..... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا.....

”یا اللہ! جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے، میں اس سے محبت کرتا ہوں، جو حسین رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھے۔“

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی معیت جسدی اور معیت زمانی حاصل ہے۔ آپ براہ راست فیضان رسول حاصل کرنے کے شرف سے مشرف ہیں۔ آپ کا یہ مقام و مرتبہ اور اجلال و اکرام ہی ہماری محبتوں کا مرکز و محور ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت، منافقین عجم کے سازشی فکر و فلسفہ کا شاخسانہ ہے۔ شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے دین کی روح عمل سمجھ میں آ جاتی ہے اور غیرت و حمیت اپنے اوج کمال پر نظر آتی ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جہاں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلعت شہادت زیب تن کی، وہاں انھوں نے منافقین عجم کے اس گروہِ خبیث کو بھی ہمیشہ کیلئے رسوا کر دیا جو ان کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے درپے آزار ہو کر خلافتِ عثمانی پر مہلک وار کر چکا تھا۔

حادثہ کربلا کے پس منظر میں یہودیوں، سبائیوں اور مجوسیوں کی منافقانہ سازشیں کارفرما تھیں۔ خیبر کی شکست، جزیرۃ العرب سے انخلاء اور اپنے اقتدار کے چمکنا چور ہونے کے بعد یہودیوں نے امت مسلمہ میں انتشار و افتراق کی گہری سازشیں شروع کر دی تھیں اور وہ اسلامی حکومت کے استحکام اور تیزی سے بڑھتی ہوئی فتوحات سے خوفزدہ ہو کر انتقام پر اتر آئے تھے۔ ادھر عجمی مجوسیوں کو اقتدار کسریٰ کے ملیا میٹ ہو جانے کے کبھی نہ مندمل ہونے والے زخم چاٹنے کی مصروفیت تھی، انہی دو نمایاں عناصر کو ایک جسبی نسبی یہودی مسٹر عبداللہ ابن سباء جیسا شرماغ سازشی میسر آیا جس نے شہید مظلوم سیدنا حسینؑ کی شہادت تک مرکزی کردار ادا کیا۔

۶۰ھ میں جب امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو کوفہ کے کچھ منافقوں نے سیدنا حسینؑ کو خط لکھا کہ ”حسینؑ! تجھ کو مبارک ہو، معاویہ مر گیا!“ سازش اور فساد کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔ کوفیوں نے سیدنا حسینؑ کو خطوط لکھے، خلافت پر متمکن ہونے کی دعوت دی اور کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، میدان خالی ہے۔ پھل پک چکا ہے، آئیے! ہم آپ کو امام مانتے ہیں۔ تاریخ کی روایات میں ہے کہ سیدنا حسینؑ کو بارہ ہزار خطوط لکھے گئے۔ آپ نے حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔ پہلے ہزاروں کوفیوں نے ان کی بیعت کی پھر انہیں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ چنانچہ جب سیدنا حسینؑ مقام ثعلبیہ پر پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تو آپ نے جناب مسلم بن عقیل کے بیٹوں سے مشورہ کے بعد یزید سے ملاقات کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے بھی آپ کے ساتھ تھے اور اسی مقام سے کوفہ کی بجائے شام کا سفر شروع کیا۔ ابن زیاد اور شمر جو مسلم بن عقیل کے قتل میں براہ راست شریک اور ملوث تھے، انھوں نے سمجھ لیا کہ اگر سیدنا حسینؑ یزید کے پاس پہنچ گئے تو اصل سازش عیاں ہو جائے گی اور مفاہمت ہو جائے گی۔ چنانچہ انھوں نے آپ کا راستہ روکا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ سیدنا حسینؑ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: ”ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ یہ میری موت کے بعد ہی ممکن ہے“۔ سیدنا حسینؑ کا یہ فیصلہ عین حق تھا اور غیرت حسینؑ کا یہی تقاضا تھا۔ پھر میدان کربلا میں سیدنا حسینؑ نے جو تین شرائط پیش کیں، ان پر ائمہ اہل سنت اور ائمہ اہل تشیع متفق ہیں اور دونوں طبقوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جو ”تاریخ ابن کثیر“، ”تاریخ طبری“ اور شیعہ کی مشہور کتاب ”الشانہ“ میں کچھ یوں مرقوم و مرتسم ہیں:

”میری تین باتوں میں سے ایک بات پسند کر لو۔ یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں، یا تم میرے

راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں، وہ میرا عم زاد ہے۔ پھر وہ میرے متعلق خود اپنی رائے قائم کر لے گا۔ یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کر دو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی مل جائے گا۔ اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی، وہی مجھے بھی پہنچے گی (’الشانہ‘، ص ۱۷)

یہی وہ تین شرائط ہیں جو اہل سنت کے لیے فیصلے کا معیار ہیں۔ اصل مجرموں کی شناخت کے لیے بھی یہیں سے حقیقی بنیادیں فراہم ہوتی ہیں۔ ان شرائط کے مطالعہ کے بعد کسی قصے، کہانی اور افسانے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اور حقائق کھل کر، ابھر کر اور نکھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔

جو لوگ آج آل رسول اور اہل بیت رسول علیہم الرضوان کی محبتوں کا واسطہ دے کر حق و باطل کے خانہ ساز معرکے اٹھا رہے ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں۔ ان کی ساری خرمستیاں، سبائی دولت، اشتہری حیلوں، حکیمی تجربہ اور مختاری چالوں کا مظہر کامل ہیں۔ یہود و مجوس کی ساری تگ و دو اس نکتہ پر مرکوز ہے کہ تاریخ، ادب، سیاسیات، سماجیات اور اعتقادات کے ہر ہر گوشے میں شرک اور نفاق کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے بت کھڑے کر دیئے جائیں۔ میدان جنگ میں عبرتناک شکست اور ذلت آمیز موت سے پے در پے دوچار ہونے والے اعداء رسول و اعداء اصحاب رسول کے پاس یہی ایک انتقامی حربہ تھا جو پوری قوت سے مسلسل آزما یا گیا اور آزمانے والے وہی تھے کہ فتنہ و سازش اور شرک و نفاق جن کی فطرت و طینت، ضمیر و خمیر، سرشت و خصال اور فکر و نہاد کے اجزاء ترکیبی ہیں۔ جس کا دردناک مظاہرہ شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی صورت میں ہو چکا تھا۔

”بندگی بو تراب“ کا نعرہ سرزمین عجم کو اسی لیے راس اور خوش آیا کہ یہاں صنم پرستی، شاہ پرستی، اور شخصیت پرستی مزاجوں کا حصہ ہو چکی تھی۔ جہاں بندگی طاقت و دولت آئین ہائے کہنہ و نو کے متن و احد کا درجہ رکھتی تھی، ایسی رت میں، ایسے ماحول میں اور ایسے موسم میں جب عجم، یہود و مجوس کے لیے سازگاری ہی سازگاری تھی۔ چنانچہ ملت ابراہیمی کی عالمگیر وحدت کو پارہ پارہ اور امت محمدیہ کی ابدی شوکت و سطوت کو مجروح و مسخ کرنے کے لئے آل رسول علیہم الرضوان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا اور کربلا مقتل آل رسول بنا دی گئی۔ سبط رسول شہید کر دیئے گئے اور انہی کے نام پر ایک نیا دین گھڑا گیا، ایک نیا دھرم متعارف کرایا گیا جس کے پجاری و بیوپاری گزشتہ تیرہ سو سال سے اسلام کے صدر اول میں اپنی جان کا ہزیمتوں کا انتقام لے رہے ہیں لیکن یہ دین اسلام ہے کہ خون صحابہ اور اسوۂ و آثار اصحاب رسول علیہم الرضوان اس ناقابل تخییر قلعہ کی فصیلیں ہو گئی ہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام گونجتا رہے گا اور اسلام کی آبیاری کے لئے جان و مال قربان کرنے والوں (صحابہ کرامؓ) کا نام بھی تابدا بندہ رہے گا۔

حادثہ کربلا کا تعلق عقائد سے نہیں تاریخ سے ہے۔ عقیدہ کی بنیاد قرآن و سنت ہے۔ بعض لوگوں نے تاریخ کی

بنیاد پر عقیدہ گھڑ لیا ہے۔ جو یقیناً جہالت اور گمراہی ہے۔ تاریخ کی تمام کتابوں میں ہے کہ سیدنا حسینؑ نے نہ تو اپنی بیعت کا مطالبہ کیا اور نہ ہی یزید کی خلافت کو کہیں غلط کہا۔ مدینہ، مکہ اور کربلا تک کسی ایک مقام پر آپ کے کسی خطبے میں یزید کے خلاف کوئی چارج شیٹ نہیں۔ کوفہ کے سبائی منافقوں کے خطوط کی بنیاد پر آپ نے اصلاح احوال کے لیے سفر کا آغاز کیا۔ آپ کو سفر کوفہ سے روکنے والوں میں سیدنا عبداللہ بن عباس (بچا) سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار (تایا زاد اور یزید کے سر) سیدنا عبداللہ بن عمر (بھانجے)، سیدنا محمد بن علی حنفیہ (بھائی) سیدنا عبداللہ بن زبیر جیسے آپ کے قریبی رشتہ دار اور عظیم لوگ تھے لیکن آپ نے اپنے فیصلہ میں تبدیلی نہ فرمائی۔ ابن زیاد اور شمر سیدنا حسین کے قتل میں براہ راست ملوث و مجرم ہیں۔ شہادتِ حسینؑ کے بعد سیدنا زین العابدین اور سیدہ سکینہ یزید کے گھر رہے۔ یزید نے قسم کھا کر قتلِ حسینؑ سے برأت کا بیان دیا اور سیدنا زین العابدین نے یزید کا بیان صفائی قبول کیا۔ یہاں تک کہ یزید نے انہیں ہدایہ اور مال اسباب دے کر محافظوں کے ساتھ ان کی خواہش کے مطابق مدینہ منورہ روانہ کیا۔ سیدنا زین العابدین ۹۵ھ تک حیات رہے۔ انھوں نے یزید کی وفات کے بعد بھی ۳۵ سال تک اس کے خلاف ایک جملہ نہیں فرمایا۔ تب تو وہ کسی جبر کا شکار نہیں تھے۔ جبکہ ابن زیاد اور شمر بھی قتل ہو چکے تھے۔ سیدنا زین العابدین حادثہ کربلا کے عینی شاہد ہیں اور ان کی کوئی گواہی یزید کے خلاف نہیں۔ جبکہ مذکورہ بالا حضرات یزید کی بیعت پر قائم رہے۔

ساتھ کربلا کے سلسلے میں اہل سنت کا اجماعی موقف یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ٹھیک اسی طرح دھوکہ دیا گیا جس طرح سیدنا علیؑ کو دھوکہ دے کر شہید کیا گیا۔ اس سانحہ عظیم اور حادثہ فاجعہ کو سمجھنے اور حقیقی سازشی کرداروں سے آگاہی کے لیے شہادت سیدنا عثمانؓ کے محرکات اور اسباب و عوامل کو جانچنا اور مجرموں کو پہچانا ضروری ہے۔ اس سازش کا مرکزی کردار یہودی النسل مسٹر عبداللہ ابن سبأ منافق تھا۔ اسے سیدنا علیؑ کے حکم پر قتل کیا گیا۔ اسی کی سبائی تحریک کے افراد نے سیدنا علیؑ، سیدنا معاویہ اور سیدنا عمر بن عاص پر رمضان ۴۰ھ میں بیک وقت فجر کی نماز کے وقت قاتلانہ حملہ کیا۔ سیدنا علیؑ شہید ہوئے۔ سیدنا معاویہ زخمی ہوئے اور عمر بن عاص بچ گئے کہ اس روز وہ مسجد میں تشریف نہ لائے۔ ان کی جگہ خارجہ بن حدیفہ نماز پڑھا رہے تھے اور وہ شہید ہو گئے۔

سیدنا حسینؑ نے اپنے خطبہ میں خود فرمایا کہ ”میرے گروہ کے افراد نے مجھے دھوکہ دیا“ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو فی دھوکہ بازوں، منافقوں اور سبائی تحریک کی سازش کا شکار ہوئے۔ انھوں نے مکہ سے ثعلبیہ تک کا سفر اصلاح احوال کے لیے فرمایا۔ سازش عیاں ہونے پر ثعلبیہ سے کوفہ کی بجائے شام کا رخ اختیار کیا۔ یوں کربلا کا سفر سفر قضا ص مسلم بن عقیل ہے۔ کربلا میں آپ نے فرمایا: ”میں اصلاح احوال کے لیے آیا ہوں“ پھر تین شرائط مفاہمت کی پیشکش ہیں۔ سیدنا حسینؑ نے اگر یزید کی بیعت نہیں کی تو یہ ان کا اجتہادی حق تھا۔ بحیثیت صحابی رسول وہ اپنے اجتہاد پر قائم رہنے یا اس سے رجوع کرنے کا حق رکھتے تھے کہ مجتہد دونوں صورتوں میں ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ چنانچہ مکہ، ثعلبیہ اور کربلا تینوں مقامات پر جوں جوں صورت حال آپ پر واضح ہوتی گئی آپ کا اجتہادی موقف بھی بدلتا رہا۔ اور سازشی کردار بھی واضح ہوتے چلے گئے۔ کربلا میں یقیناً ظلم ہوا۔ اس ظلم میں ملوث سازش نا قابل معافی ہیں۔ سیدنا حسینؑ اور سیدنا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا موقف برحق ہے۔